# قرآن کی معاشی تعلیمات

ابوالاعلیٰ مودودی

**۱۔ بنیادی حقائق** انسانی معیشت کے بارے میں اولین بنیادی حقیقت، جسے قرآن مجید بار بار زور دے کر بیان کرتا ہے، یہ ہے کہ تمام وہ ذرائع و وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے، اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اسی نے ان کو اس طرح بنایا اور ایسے قوانینِ فطرت پر قائم کیا ہے کہ وہ انسان کے لیے نافع ہو رہے ہیں۔ اور اسی نے انسان کو ان سے انتفاع کا موقع دیا اور ان پر تصرف کا اختیار بخشا ہے:

| | |
|---|---|
| هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔ (۶۷ : ۱۵) | وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رام کر دیا، پس چلو اُس (زمین) کی پہنائیوں میں اور کھاؤ اُس (خدا) کا رزق اور اُسی کی طرف تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر واپس جانا ہے۔ |
| وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (۱۳ : ۳) | اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ بنائے، دریا جاری کیے اور ہر طرح کے پھلوں کی دو دو قسمیں پیدا کیں۔ |
| هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ (۲ : ۲۹) | وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔ |
| اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ | اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہارے رزق کے لیے پھل نکالے، اور تمہارے لیے کشتی کو |

الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (۱۴: ۳۲-۳۴)

مسخر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے، اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے مفاد میں ایک دستور پر قائم کیا کہ پیہم گردش کر رہے ہیں، اور دن اور رات کو تمہارے مفاد میں ایک قانون کا پابند کیا، اور وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔[1] اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (۷: ۱۰)

ہم نے زمین میں تم کو اقتدار بخشا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے ذرائع فراہم کیے۔

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ (۵۶: ۶۳-۶۴)

کیا تم نے غور کیا، یہ کھیتیاں جو تم بوتے ہو انہیں تم اُگاتے ہو یا ان کے اُگانے والے ہم ہیں؟

**۲- جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرنا اللہ ہی کا حق ہے** اسی بنیاد پر قرآن یہ اصول قائم کرتا ہے کہ انسان اِن ذرائع کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں نہ تو آزاد ہونے کا حق رکھتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے خود حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے حدود وضع کر لینے کا مجاز ہے، بلکہ یہ حق خدا کا ہے کہ اس کے لیے حدود مقرر کرے۔ وہ عرب کی ایک قدیم قوم، مَدیَن کی اس بات پر مذمت کرتا ہے کہ وہ لوگ کمائی اور خرچ کے معاملہ میں غیر محدود حقِ تصرف کے مدعی تھے:

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ (۱۱: ۸۷)

انہوں نے کہا، اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے اُن معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا ہم اپنے اموال میں اپنی مرضی سے جو کچھ کرنا چاہیں وہ نہ کر سکیں؟

[1] "یعنی جس کی تمہیں احتیاج تھی اور جس کو تم نے زبانِ حال سے مانگا۔ خواہ زبانِ قال سے مانگا ہو یا نہ مانگا ہو۔" بیضاوی، انوار التنزیل، ج ۳، ص ۱۶۱، مصطفی البابی، مصر، ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

وہ اس بات کو "جھوٹ" قرار دیتا ہے کہ آدمی خود کسی چیز کو حرام اور کسی کو حلال کہے:

| | |
|---|---|
| وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ (۱۱۶:۱۶) | اور اپنی زبانوں سے یہ جھوٹے احکام نہ لگاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔[۲] |

وہ اس اختیار کو اللہ اور (اس کے نائب کی حیثیت سے) اس کے رسول کے لیے خاص کرتا ہے:

| | |
|---|---|
| يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۷: ۱۵۷) | وہ (رسول) ان کو بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، پاک چیزیں ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے، اور وہ بوجھ اور بندشیں ان پر سے اتارتا ہے جن سے وہ لدے اور جکڑے ہوئے تھے۔ |

۳۔ حدود اللہ کے اندر شخصی ملکیت کا اثبات | اللہ تعالیٰ کی بالاتر ملکیت کے ماتحت اور اس کی عائد کردہ حدود کے اندر قرآن شخصی ملکیت کا اثبات کرتا ہے:

| | |
|---|---|
| لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (۴: ۲۹) | ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہارے درمیان تجارت ہو آپس کی رضامندی سے۔ |
| وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (۲:۲۷۵) | اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا۔ |

---

[۲] "اس آیت میں تاکید اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ لوگ محض اپنے خیالات اور خواہشات کی بنا پر حلال اور حرام کا فیصلہ کریں"۔ بیضاوی، ج ۲، ص ۱۹۳۔

"اس آیت کا ماحصل یہ ہے، جیسا کہ عسکری نے بیان کیا ہے، کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم تم کو اللہ اور اس کے رسول سے نہ پہنچے اسے حلال یا حرام نہ کہو ورنہ تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہو گے۔ کیونکہ حلت اور حرمت کا مدار اللہ کے حکم کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے"۔ آلوسی، روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۲۶، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۵ھ۔

| | |
|---|---|
| وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ (۲: ۲۷۹) | اور اگر تم سود لینے سے توبہ کر لو تو تمہیں اپنے راس المال واپس لینے کا حق ہے۔ |
| اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۲: ۲۸۲) | جب آپس میں کسی مقررہ مدت کے لیے قرض کا معاملہ کرو تو اس کی دستاویز لکھ لو۔ |
| وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ (۲: ۲۸۳) | اور اگر تم سفر میں ہو اور (قرض کی دستاویز لکھنے کے لیے) کاتب نہ پاؤ تو رہن بالقبض رکھو۔ |
| لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴: ۷) | مردوں کے لیے اُس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو |
| لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا (۲۴: ۲۷) | اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔ |
| اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (۳۶: ۷۱) | کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ان کے لیے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے مویشی پیدا کیے اور یہ ان کے مالک ہیں۔ |
| اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۵: ۳۸) | چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ |
| اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (۶: ۱۴۱) | فصل کاٹنے کے دن (زمین کی پیداوار میں سے) خدا کا حق ادا کرو۔ |
| خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۹: ۱۰۳) | اے نبی، اُن کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو۔ |
| وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ ... وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ (۴: ۲) | یتیموں کا مال ان کے حوالہ کرو ... اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ |

| | |
|---|---|
| وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (۴ : ۲۴) | اور ان (حرام عورتوں) کے سوا باقی عورتوں کے معاملہ میں، یہ بات تمہارے لیے حلال کر دی گئی کہ تم انہیں اپنے اموال کے بدلے حاصل کرو نکاح کرنے والے بن کر نہ کہ ناجائز تعلقات رکھنے والے بن کر۔ |
| وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۴ : ۴) | اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ |
| وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (۴ : ۲۰) | اور اگر تم نے کسی عورت کو (نکاح کے وقت) ڈھیر سا مال بھی دیا ہو تو (طلاق دیتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ |
| مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ (۲ : ۲۶۱) | جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے تو اس سے سات بالیں نکلیں۔ |
| وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (۶۱ : ۱۱) | اور یہ کہ تم اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ |
| وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ۔ (۵۱ : ۱۹) | اور ان کے مال میں حق ہے سائل (مدد مانگنے والے) اور محروم کے لیے۔ |

ان احکام و ہدایات میں سے کسی کا تصور بھی شخصی ملکیت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن لازماً ایک ایسی معیشت کا نقشہ پیش کرتا ہے جو اپنے تمام گوشوں میں افراد کے حقوقِ مالکانہ پر مبنی ہے۔ اس میں کہیں اس تصور کا شائبہ تک نہیں ملتا کہ اشیائے صرف (CONSUMER GOODS) اور وسائل پیداوار (MEANS OF PRODUCTION) میں فرق کر کے صرف مقدم الذکر تک شخصی ملکیت کو محدود رکھا جائے اور موخر الذکر کو اجتماعی ملکیت بنا دیا جائے۔ نیز اس میں یہ تصور بھی کہیں نہیں پایا جاتا کہ معیشت کا مذکورۂ بالا نقشہ صرف ایک عارضی مرحلے کی حیثیت رکھتا ہے اور اصل مقصود

کوئی ایسی منزل ہے جہاں شخصی ملکیت ختم کر کے اجتماعی ملکیت کا نظام قائم کر دیا جائے۔ اگر اس چیز کو قرآن میں مقصدِ اصلی کا مرتبہ حاصل ہوتا تو وہ صاف صاف اپنے اس مقصد کو بیان کرتا اور اُس نظام کے متعلق احکام و ہدایات دیتا۔ محض یہ بات کہ قرآن نے ایک جگہ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ (زمین خدا کی ہے۔ ۷:۱۲۸) کہا ہے، یہ نتیجہ نکالنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ اس سے زمین کی انفرادی ملکیت کا ابطال اور قومی ملکیت کا اثبات مقصود ہے۔ قرآن تو یہ بھی کہتا ہے کہ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے، ۲:۲۸۴)۔ اس سے نہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی افراد کی ملکیت نہ ہو، اور نہ یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ چیزیں قوم کی ملکیت ہوں۔ خدا کی ملکیت اگر انسانی ملکیت کی نفی کرتی ہے تو پھر افراد اور اقوام سب ہی کی ملکیت کی نفی کر دیتی ہے۔

سورہ نمبر ۴۱ کی آیت ۱۰: وَقَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَاتَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ سے بھی یہ استدلال درست نہیں ہے کہ زمین کے وسائلِ غذا کو قرآن سب انسانوں میں برابری کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہے اور یہ مساوات اجتماعی ملکیت کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس لیے قرآن کا مقصود یہی نظام قائم کرنا ہے۔ بالفرض اگر اس آیت کا ترجمہ یہ مان بھی لیا جائے کہ "خدا نے زمین میں اس کے وسائلِ خوراک چار دن کے اندر ایک اندازے سے رکھ دیے سب مانگنے والوں کے لیے برابر برابر"*، تب بھی "مانگنے والوں" سے مراد محض انسان لے لینا درست نہ ہو گا۔ مانگنے والے تو انسانوں کے علاوہ تمام انواعِ حیوانات بھی ہیں جن کے وسائلِ خوراک خدا نے اسی زمین میں رکھے ہیں۔ اگر اس آیت کی رُو سے سب مانگنے والوں کا حصہ مساوی ہے تو یہ برابری کا استحقاق محض انسانوں کے لیے مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

---

* یہ ترجمہ بجائے خود صحیح نہیں ہے۔ اصل الفاظ ہیں فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ۔ اس میں لفظ سواءً کا تعلق زمخشری، بیضاوی، رازی، آلوسی اور دوسرے مفسرین نے ایام سے مانا ہے اور مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ "پورے چار دنوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیا"۔ للسائلین کے ساتھ سواءً کا تعلق جن مفسرین نے مانا ہے وہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں "سب مانگنے والوں کے لیے مہیا کیے ہوئے"، یا "سب مانگنے والوں کی مانگ کے مطابق"۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، تفسیر سورہ حٰم السجدہ، حاشیہ نمبر ۱۲۔

اسی طرح قرآن کی اُن آیات سے بھی، جن میں معاشرے کے کمزور افراد کی رزق رسانی پر زور دیا گیا ہے، یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس مقصد کے لیے اجتماعی ملکیت کا انتظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ قرآن جہاں کہیں بھی اس ضرورت کا ذکر کرتا ہے وہاں لازماً اسے پورا کرنے کی ایک ہی صورت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معاشرے کے خوشحال افراد اپنے غریب رشتہ داروں اور یتامیٰ، مساکین، اور دوسرے محروم یا تنگ حال لوگوں پر محض خدا کی خوشنودی کے لیے خود بھی اپنے مال فراخدلی کے ساتھ خرچ کریں اور ریاست بھی ان کے اموال سے ایک مقرر حصّہ وصول کر کے اس کام میں صرف کرے۔ اس غرض کے لیے اِس عملی صورت کے سوا کسی دوسری صورت کا کوئی تخیل قرآن میں قطعاً نہیں پایا جاتا۔

اس میں شک نہیں کہ کسی خاص چیز کو نجی انتظام کے بجائے اجتماعی انتظام میں لینے کی اگر ضرورت محسوس ہو تو ایسا کرنے میں قرآن کا کوئی حکم مانع بھی نہیں ہے لیکن شخصی ملکیت کی کُلّی نفی، اور اجتماعی ملکیت کے نظریے کو بطور ایک فلسفے اور نظام کے اختیار کرنا انسانی معیشت کے بارے میں قرآن کی اسکیم کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔

۴۔ معاشی مساوات کا غیر فطری تخیل | قرآن اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے ایک پہلو کی حیثیت سے پیش کرتا ہے کہ دوسری تمام چیزوں کی طرح انسانوں کے درمیان رزق اور وسائلِ زندگی میں بھی مساوات نہیں ہے۔ مختلف تمدنی نظاموں کی مصنوعی بے اعتدالیوں سے قطع نظر جہاں تک بجائے خود اس فطری عدمِ مساوات کا تعلق ہے، اسے قرآن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا اور اس کی تقسیم و تقدیر (DISPENSATION) کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور اس کی پوری اسکیم میں کہیں اس تخیل کا نشان نہیں ملتا کہ اس عدمِ مساوات کو مٹا کر کوئی ایسا نظام قائم کرنا مطلوب ہے جس میں سب انسانوں کو ذرائعِ معاش برابر ملیں:

| | |
|---|---|
| وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ | اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین کے خلیفہ |
| وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ | بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے اوپر بلند |
| لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ (۶:۱۶۵) | درجے دیئے تاکہ جو کچھ بھی تم لوگوں کو اس نے دیا |

ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے

| | |
|---|---|
| اُنظُر كَيفَ فَضَّلنَا بَعضَهُم عَلىٰ بَعضٍ وَلَلآخِرَةُ أَكبَرُ دَرَجٰتٍ وَأَكبَرُ تَفضِيلًا (۱۷: ۲۱) | دیکھو، کس طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آخرت تو درجات کے فرق اور تفضیل میں اور بھی زیادہ ہے۔ |
| أَهُم يَقسِمُونَ رَحمَتَ رَبِّكَ نَحنُ قَسَمنَا بَينَهُم مَعِيشَتَهُم فِي الحَيٰوةِ الدُّنيَا وَرَفَعنَا بَعضَهُم فَوقَ بَعضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعضُهُم بَعضًا سُخرِيًّا وَرَحمَتُ رَبِّكَ خَيرٌ مِمَّا يَجمَعُونَ (۴۳: ۳۲) | کیا تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی معیشت تقسیم کی ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر بلند درجے دیتے ہیں تاکہ ان میں سے کچھ لوگ کچھ دوسرے لوگوں سے کام لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت)، تو اس مال و دولت سے بھی بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔[۱] |
| إِنَّ رَبَّكَ يَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا (۱۷: ۳۰) | درحقیقت تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے۔ |
| لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ يَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ (۴۲: ۱۲) | آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں، جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے، وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ |

---

[۱] یہ بات اس سیاق و سباق میں فرمائی گئی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کہتے تھے کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار کو پیغمبر کیوں نہ بنایا گیا، خدا کو پیغمبر ہی بھیجنا تھا تو اس کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتخاب کی کیا وجہ ہو سکتی تھی (قرآن ۴۳: ۳۱)

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ (۳۴: ۳۹)

اے نبی، کہو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے نپا تلا کر دیتا ہے۔

قرآن ہدایت کرتا ہے کہ لوگوں کو یہ فطری عدم مساوات ٹھنڈے دل سے قبول کرنی چاہیے اور دوسروں کو جو فضیلت خدا نے بخشی ہو اس پر رشک و حسد نہ کرنا چاہیے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۴: ۳۲)

اور تمنا نہ کرو اس فضیلت کی جو اللہ نے تم میں سے کسی کو کسی پر عطا کی ہو۔ مردوں کے لیے حصہ ہے ان کی کمائی میں سے اور عورتوں کے لیے حصہ ہے ان کی کمائی میں سے۔ البتہ اللہ سے اس کا فضل مانگو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

دو آیتیں جن سے آج کل کچھ لوگ یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن لوگوں کے درمیان رزق میں مساوات چاہتا ہے، حسبِ ذیل ہیں:

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِھِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ (۱۶: ۷۱)

اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دینے والے نہیں ہیں کہ وہ اور ان کے غلام اس میں برابر ہو جائیں۔ پھر کیا اللہ ہی کے احسان کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں؟

ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ھَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ شُرَکَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَھُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ

اللہ تمہیں خود تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے۔ کیا تمہارے غلاموں میں سے کچھ غلام اس رزق میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے تمہارے ایسے شریک ہیں کہ تم اور وہ اس میں برابر ہوں اور

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۔ (۳۰ : ۲۸)

تم ان سے اُس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو؟ اسی طریقہ سے ہم نشانیاں کھول کر پیش کرتے ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔

لیکن ان دونوں آیتوں کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں، اور جس سیاق و سباق میں یہ آئی ہیں اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں دراصل معاشی عدمِ مساوات کو مذموم قرار دینے اور اس کو مٹا کر مساوات قائم کرنے کی کوئی تلقین نہیں کی گئی ہے، بلکہ اس امرِ واقعہ کو، جو انسانوں میں پایا جاتا ہے، شرک کے خلاف ایک دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یعنی استدلال یہ ہے کہ جب تم اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ برابر کا شریک بنانے کے لیے تیار نہیں ہو تو اللہ کے متعلق تم نے یہ کیسا تصور قائم کیا ہے کہ اس کی مخلوقات میں سے کوئی خدائی میں اس کا شریک ہے۔[۵]

۵۔ رہبانیت کے بجائے اعتدال اور پابندیٔ حدود | قرآن اس حقیقت کو بھی بار بار زور دے کر بیان کرتا ہے کہ خدا نے دنیا میں اپنی نعمتیں اسی لیے پیدا کی ہیں کہ اس کے بندے ان سے متمتع ہوں۔ خدا کا منشا یہ ہرگز نہیں ہے اور نہیں ہو سکتا کہ انسان ان نعمتوں سے اجتناب کر کے رہبانیت اختیار کرے۔ البتہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ پاک اور ناپاک میں امتیاز کیا جائے، جائز اور ناجائز طریقوں میں فرق کیا جائے، تمتع اور انتفاع صرف حلال و طیب تک محدود رہے، اور اس میں بھی حدِ اعتدال سے تجاوز نہ ہو۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔ (۲ : ۲۹)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

---

[۵] یہ بات سورہ نمبر ۱۶ کو آیت ۵۱ سے ۷۶ تک اور سورہ نمبر ۳۰ کو آیت ۲۰ سے ۵۳ تک پڑھنے سے پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ دونوں عبارتوں میں موضوعِ بحث دراصل شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات ہے۔ ان دونوں مقامات کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم صفحات ۵۵۴ تا ۵۵۵، جلد سوم صفحات ۷۴۲ تا ۷۵۶۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (۷: ۳۲)

اے نبی، ان سے پوچھو، کس نے حرام کر دیا اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے اور رزق کی عمدہ چیزوں کو؟

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ (۵: ۸۸)

اور کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تم کو بخشی ہیں حلال اور پاکیزہ اور بچے رہو اس خدا کی نافرمانی سے جس پر تم ایمان لائے ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (۲: ۱۶۸)

لوگو، کھاؤ جو کچھ زمین میں ہے حلال اور پاک، اور شیطان کے طریقوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۷: ۳۱)

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو۔ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (۵۷: ۲۷)

اور رہبانیت انہوں نے (یعنی عیسیٰ ابن مریم کے پیروؤں نے) خود ایجاد کر لی۔ ہم نے وہ ان پر نہیں لکھی تھی، مگر صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش (ان پر لازم کی تھی)، پس انہوں نے اس کا لحاظ نہ کیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔

۶۔ کسبِ مال میں حرام و حلال کا امتیاز: اس غرض کے لیے قرآن یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ دولت صرف حلال طریقوں سے حاصل کی جائے اور حرام طریقوں سے اجتناب کیا جائے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری آپس کی رضامندی

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا (۴ : ۲۹)
سے[1]۔ اور اپنے آپ کو (یا ایک دوسرے کو) ہلاک نہ کرو، اللہ تمہارے اوپر رحیم ہے۔

۷۔ کسبِ مال کے حرام طریقے | باطل طریقوں کی پوری تفصیل تو احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور قانونِ اسلامی کی کتابوں میں فقہاء نے بیان کی ہے۔ لیکن ان میں سے بعض جن کی صراحت قرآن میں کی گئی ہے، یہ ہیں:

(الف) وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲ : ۱۸۸)
اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حکام کے سامنے پیش کرو تاکہ کھا جاؤ جانتے بوجھتے لوگوں کے مال گناہ کے ساتھ[2]۔

(ب) فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ (۲ : ۲۸۳)
پس اگر تم میں سے ایک شخص دوسرے پر اعتماد کر کے کوئی امانت اس کے سپرد کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے امانت ادا کرنی چاہیے اور اللہ اپنے رب کے غضب سے ڈرنا چاہیے۔

(ج) وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا
اور جو کوئی غلول (پبلک کے مال میں خیانت) کرے وہ اپنے خیانت کیے ہوئے مال سمیت

---

[1] تجارت سے مراد ہے اشیاء اور خدمات کا تبادلہ بالعوض (الجصاص، احکام القرآن، ج ۲، ص ۲۱۰، مطبعۃ البہیہ، مصر، ۱۳۴۷ھ۔ ابن العربی، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۷۰، مطبعۃ السعادہ، مصر، ۱۳۳۱ھ)۔ آپس کی رضامندی کی شرط خود بخود یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس تبادلہ میں کسی نوعیت کا دباؤ نہ ہو، اور نہ کوئی دھوکا یا ایسی چال ہو جو اگر دوسرے فریق کے علم میں آجائے تو وہ اس پر راضی نہ ہو۔

[2] حکام کے سامنے پیش کرنے سے مراد دوسرے کے مال کی ملکیت کا جھوٹا دعویٰ لیکر حاکموں کے پاس جانا ہی ہے اور حکام کو ثبوت دے کر دوسرے کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کرنا ہی ہے۔ (آلوسی، روح المعانی، ج ۲، ص ۶۰)۔

كَسَبَتْ ۔ (۳ : ۱۶۱)

قیامت کے روز حاضر ہوگا اور ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ ملے گا ۔

(د) اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا (۵ : ۳۸)

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو ۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا .... (۵ : ۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں[۸] ان کی جزا تو یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا صلیب دیئے جائیں ....

(ھ) اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (۴ : ۱۰)

جو لوگ یتیموں کے مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے ۔

(و) وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ (۸۳ : ۳)

تباہی ہے ان کم تولنے والوں کے لیے جو دوسروں سے لیتے ہیں تو پورا پیمانہ بھر کے لیتے ہیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں ۔

(ز) اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (۲۴ : ۱۹)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحش کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ... اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (۳۱ : ۶)

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو خریدتا ہے کلام دلفریب تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے ... ایسے لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے[۹]

---

[۸] اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ڈاکے اور رہزنی کے مرتکب ہوتے ہیں (الجصاص، ج ۲، ص ۴۹۴)

[۹] دیکھیے صفحہ ۳۳۸

| | |
|---|---|
| (ح) وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۔ (۲۴ : ۳۳) | اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ بچنا چاہتی ہوں، محض اس لیے کہ تم دنیوی زندگی کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہو۔[۱۰] |
| وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (۱۷ : ۳۲) | اور زنا کے قریب نہ پھٹکو یہ بے حیائی اور بُرا چلن ہے۔ |
| اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴ : ۲) | زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔[۱۱] |

حاشیہ صفحہ سابق، اس آیت میں کلام دلفریب سے مراد گانا بجانا اور ہر وہ لہو و لعب ہے جو راہِ خدا سے بھٹکانے والا ہو (ابنِ جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج ۲۱، ص ۳۹ تا ۴۱ مطبعۃ الامیریہ، مصر، ۱۳۲۸)۔

[۱۰] اس آیت کا اصل مقصد قحبہ گری کے پیشے کا انسداد ہے۔ لونڈیوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ قدیم زمانے میں اہلِ عرب کے ہاں قحبہ گری (PROSTITUTION) کا سارا کاروبار لونڈیوں کے ذریعہ سے چلتا تھا۔ لوگ اپنی جوان اور خوبصورت لونڈیوں کو چکلے میں بٹھا دیتے تھے اور ان کی کمائی کھاتے تھے (ابنِ جریر، ج ۱۸، صفحات ۵۵ تا ۵۸ - ۱۰۳ - ۱۰۴، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۳، ص ۸۵ - ۲۸۸ مطبعۃ مصطفیٰ محمد، مصر، ۱۹۴۷ء۔ ابن عبدالبرّ، الاستیعاب، ج ۲، ص ۷۶۲، دائرۃ المعارف، حیدر آباد، ۱۳۲۷)۔

[۱۱] زنا کو جرم قرار دینے کے ساتھ ہی اسلام میں زنا کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی کو بھی حرام کر دیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدترین کمائی قرار دیا۔ بخاری، کتاب ۳۴، باب ۱۱۳۔ کتاب ۳۷ باب ۲۰۔ کتاب ۶۸ باب ۵۰۔ کتاب ۷۶ باب ۴۶۔ کتاب ۷۷ باب ۹۶۔

مسلم۔ کتاب ۲۲ حدیث نمبر ۳۹ - ۴۱

ابوداؤد، کتاب ۲۲ باب ۳۹ - ۶۳

ترمذی۔ کتاب ۹ باب ۳۷۔ کتاب ۱۲ باب ۴۶، کتاب ۲۶ باب ۲۳۔

نسائی، کتاب ۴۲ باب ۵۔ کتاب ۴۴ باب ۹۰ — ابن ماجہ۔ کتاب ۱۲ باب ۹۔

| | |
|---|---|
| (۱۰) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (۵: ۹۰) | اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شراب اور جوا اور بُت اور فال کے تیر (یا پانسے)، تو گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو۔[۱۲] |
| (۱۱) وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (۲: ۲۷۵) | اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا۔[۱۳] |
| يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲: ۲۷۸ تا ۲۸۰) | اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور جو سود وصول طلب رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو۔ اور اگر توبہ کر لو تو تمہیں اپنے اصل مال واپس لینے کا حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اور اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو اس کی آسودگی تک اسے مہلت دو۔ اور اگر معاف کر دو تو یہ |

---

[۱۲] "تمام وہ چیزیں جو قرآن میں حرام کی گئی ہیں ان کی صنعت و تجارت بھی ممنوع ہے کیونکہ تحریم تمام طریقوں سے انتفاع کے ممنوع ہونے کی مقتضی ہے" (الجصاص ج ۲ ص ۲۱۲)

[۱۳] اس سے معلوم ہوا کہ بیع کی صورت میں اصل رأس المال پر جو منافع کسی شخص کو حاصل ہو، یا شرکت فی البیع کی صورت میں حصہ رسدی کے مطابق جو منافع شرکاء میں تقسیم ہو، وہ حلال ہے، لیکن قرض کے معاملہ میں اصل سے زائد اگر کوئی چیز قرض خواہ قرض دار سے وصول کرے تو وہ حرام ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ تجارتی منافع کی طرح جائز منافع قرار نہیں دیتا۔

تمہارے ہی لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔[۱۴]

اس طرح قرآن نے حصولِ دولت کے جن طریقوں کو ممنوع ٹھیرایا ہے وہ مختصراً یہ ہیں:

(۱) دوسرے کا مال اس کی رضا کے بغیر اور بلا عوض لینا، یا بالعوض اور برضا یا بلا عوض اور برضا اس طرح لینا کہ رضامندی کسی دباؤ یا دھوکے کا نتیجہ ہو، (۲) رشوت، (۳) غصب، (۴) خیانت، خواہ وہ افراد کے مال میں ہو یا پبلک کے مال میں، (۵) چوری اور ڈاکہ، (۶) مالِ یتیم میں بیجا تصرّف، (۷) ناپ تول میں کمی بیشی، (۸) فحش پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار، (۹) گانے بجانے کا پیشہ، (۱۰) قحبہ گری اور زنا کی آمدنی، (۱۱) شراب کی صنعت اور اس کی بیع اور اس کا حمل ونقل، (۱۲) جوا اور تمام وہ طریقے جن سے کچھ لوگوں کا مال کچھ دوسرے لوگوں کی طرف منتقل ہونا محض بخت واتفاق پر مبنی ہو، (۱۳) بُت گری، بُت فروشی اور بُت خانوں کی خدمات، (۱۴) قسمت بتانے اور فال گیری وغیرہ کا کاروبار، (۱۵) سُود، خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ اور خواہ وہ شخصی ضروریات کے قرضوں پر ہو یا تجارتی و صنعتی اور زراعتی ضروریات کے قرضوں پر۔

(باقی)

---

[۱۴] آیت کے الفاظ سے یہ بات خود ظاہر ہوتی ہے کہ یہ حکم قرض کے معاملہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس طرح کے کسی معاملہ میں اصل سے زائد اگر کوئی چیز قرض خواہ اپنے قرض دار سے لینے کی شرط کرے تو یہ ربوٰ ہے۔ اس میں نہ شرح کی کمی بیشی سے کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ یہ سوال قابلِ لحاظ ہے کہ قرض لینے والا کس غرض کے لیے لے رہا ہے۔